شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ عبدالمنان صاحب
گوجرانوالہ

کیا اجتہادی و قیاسی مسائل شریعت ہیں؟

آج کل ملک میں بالعموم اور علمی حلقوں میں بالخصوص یہ بحث چل رہی ہے کہ "ایسے احکام، جو امت کے مسلّمہ اور مستند فقہاء مجتہدین نے قرآنِ پاک، سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماعِ اُمت سے قیاس و اجتہاد کے ذریعے مستنبط کر کے مدون کئے ہیں، شریعت کے احکام متصور ہوتے ہیں یا نہیں"؟ ایک گروہ کا خیال ہے کہ وہ شریعت کے احکام متصور ہوتے ہیں۔ لیکن دوسرے گروہ کا عقیدہ ہے کہ وہ شریعت کے احکام متصور نہیں ہوتے —— صحیح بات یہی ہے کہ وہ احکام نہ تو شریعت ہیں اور نہ ہی احکامِ شریعت!

اولاً تو اس لیے کہ شریعت 'دین کا وہ خاص طریقہ ہے' جسے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے اپنے بندوں کے لیے مقرر کیا ہے۔ اور ایسے ہی شریعت کے احکام ان احکام کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کئے ہیں۔ قرآنِ مجید میں ہے:

"اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" (سورۂ یوسف آیت ۴۰، ۶۷)

"حکم تو بس اللہ ہی کا ہے"!

"اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى" (سورہ نجم آیت ۴)

"نہیں ہے وہ مگر وحی جو بھیجی جاتی ہے۔"

"قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ۔" (سورہ اعراف آیت ۲۰۳)

"اے نبیؐ! آپ فرما دیجئے میں تو صرف اسی کی اتباع کرتا ہوں جو میرے

رب کی طرف سے میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔"

"اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ" (سورہ یونس آیت ۱۵)

"میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔"

ان چار کے علاوہ بھی قرآن مجید کی کئی ایک دیگر آیات مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت اور احکام شریعت صرف وحی الٰہی ہے، جب کہ اُمت میں سے کسی مجتہد کے قیاس و اجتہاد کے ذریعے استنباط کئے ہوئے مسائل، مدوّن ہوں خواہ غیر مدوّن، وحی الٰہی نہیں۔ ورنہ لازم آئے گا کہ اُمت کے مجتہدین بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہوں، جس کا کوئی بھی مسلمان قائل نہیں۔ کیونکہ تمام مسلمان عقیدۂ ختم نبوت پر پختہ یقین رکھتے ہیں۔ لہٰذا مجتہدینِ اُمت کے بذریعۂ قیاس و اجتہاد استنباط کردہ مسائل، مدوّن ہوں یا غیر مدوّن، نہ تو شریعت ہیں اور نہ ہی احکام شریعت۔ کیونکہ وہ مسائل مستنبطہ وحی الٰہی نہیں۔

ثانیاً اس لیے کہ شریعت اور حکم شریعت حق ہی حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ"

(سورہ یونس آیت ۱۰۸)

"کہہ دیجئے" اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آچکا ہے۔"

نیز فرمایا:

"لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ"

(سورہ یونس آیت ۹۴)

"یقیناً آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے حق آیا ہے۔ پس آپ شک و شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔"

اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حق میں نہ تو خطا ہوتی ہے اور نہ ہی خطا کا احتمال ہوتا ہے ـــــ شریعت اور احکام شریعت چونکہ حق ہیں اس لیے نہ تو ان میں خطا ہے اور نہ ہی خطا کا احتمال! اس کے برعکس قیاس و اجتہاد کے ذریعے اخذ کئے ہوئے مسائل بسا اوقات تو خطا ہوتے ہیں یا ان میں خطا کا احتمال ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

"وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ فَاَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ، وَاِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ فَاَخْطَأَ فَلَهٗ اَجْرٌ وَّاحِدٌ"

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

"حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کوئی فیصلہ کرنے والا فیصلہ کرے پس اجتہاد کرتے ہوئے صحیح فیصلہ کو پہنچ جائے تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔ اور جب وہ فیصلہ کے لیے اجتہاد کرتے ہوئے خطا کر جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے"

(بخاری، مسلم بحوالہ مشکوٰۃ مع تحقیق الالبانی باب العمل فی القضاء ص ۱۱۰۲ ج ۲)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ائمہ مجتہدین کے قیاسات و اجتہادات میں خطا کا پہلو بھی موجود ہے۔ عبیداللہ بن مسعود حنفی رحمہ اللہ اپنی مایہ ناز کتاب تنقیح و توضیح میں لکھتے ہیں:

"وَحُكْمُهٗ غَلَبَةُ الظَّنِّ عَلٰى اِحْتِمَالِ الْخَطَاءِ، فَالْمُجْتَهِدُ عِنْدَنَا يُخْطِئُ وَيُصِيْبُ، وَعِنْدَ الْمُعْتَزِلَةِ كُلُّ مُجْتَهِدٍ مُصِيْبٌ"[۵]

"اور اس (اجتہاد) کا حکم خطا کا احتمال ہونے کی بناء پر ظن غالب ہے۔ کیونکہ مجتہد ہمارے نزدیک خطا بھی کر سکتا ہے اور درست بھی ہوتا ہے اور معتزلہ کے نزدیک ہر مجتہد درستگی کو پہنچنے والا ہے"

نیز لکھتے ہیں:

"وَهُوَ يُفِيْدُ غَلَبَةَ الظَّنِّ بِاَنَّ الْحُكْمَ هٰذَا لَا اَنَّهٗ مُثْبِتٌ لَهٗ اِبْتِدَاءً"[۶]

"قیاس کا فائدہ کسی شے کے حکم کے بارے میں ظن غالب کا ہوتا ہے یہ نہیں

کہ ابتداءً اسی کے ذریعے ایسا حکم ثابت ہو رہا ہو۔"

توچونکہ قیاسات واجتہادات میں خطا کا پہلو بھی موجود ہے، اس لیے وہ نہ تو شریعت ہیں اور نہ ہی احکامِ شریعت۔ کیونکہ شریعت اور احکامِ شریعت حق ہی ہیں ان میں خطا کا پہلو بالکل موجود نہیں۔ رہا قیاسات واجتہادات کا صواب اور درستگی والا پہلو، تو اس میں خطا اگرچہ نہ ہو مگر خطا کا احتمال تو موجود ہے۔ جیسا کہ تنقیح مع التوضیح کی مذکورہ عبارت سے واضح ہے۔ اس لیے قیاسات واجتہادات کو اس پہلو کے اعتبار سے بھی شریعت اور شریعت کے احکام قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہاں اگر کوئی شخص مذہبِ اعتزال اختیار کرلے تو دوسری بات ہے۔ کیونکہ اہلِ اعتزال، قیاسات واجتہادات کو بھی احکامِ الٰہیہ ہی تصور کرتے ہیں۔

صاحبِ تنقیح وتوضیح کے جملہ " لَا اَنَّهٗ مُثْبِتٌ لَهٗ ابْتِدَاءً " سے پتہ چل رہا ہے کہ قیاس، شریعت کے حکم کو فقط ظاہر کرنے والا ہے، اس کو شریعت کا حکم بنانے والا نہیں۔ مگر اس کی کیا دلیل کہ جس حکم کو قیاس نے شریعت کا حکم ظاہر کیا ہے وہ واقعی شریعت ہی کا حکم ہے؟

رہی خبرِ واحد، تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا عمل یا تقریر کو نقل کیا جاتا ہے۔ جبکہ قیاس نقل کے باب سے بالکل نہیں۔ لہٰذا قیاس کو خبرِ واحد پر قیاس کرنا درست نہیں۔

ثالثاً اس لیے کہ شریعتِ اسلامیہ صرف ایک ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے۔ اِدھر قیاسات واجتہادات مدوّنہ کئی ہیں، جن میں سے چند بڑے بڑے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اجتہادات وقیاساتِ حنفیہ	۲۔ اجتہادات وقیاساتِ مالکیہ
۳۔ اجتہادات وقیاساتِ شافعیہ	۴۔ اجتہادات وقیاساتِ حنبلیہ
۵۔ اجتہاداتِ ظاہریہ	۶۔ اجتہاداتِ شیعیہ

واضح ترین بات ہے کہ ان مذکورہ بالا اجتہادات وقیاسات کو شریعت یا احکامِ شریعت باور کر لینے کی صورت میں چھ شریعتیں بن جائیں گی۔ جسے کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ کیونکہ شریعتِ اسلامیہ صرف اور صرف ایک ہی ہے متعدد نہیں۔ اس لیے کہ تمام اہلِ اسلام کا الٰہ ایک ہے، پیغمبرؐ ایک ہے، ان کی کتاب

ایک ہے اور سنت و حدیث ایک ہے، تو یہ چھ شرعیتی نظریہ ان میں کیسے چل سکتا ہے؟

رابعاً اس لیے کہ ان اجتہادات و قیاسات والوں میں سے ہر کوئی دوسرے کے اجتہادات و قیاسات پر کڑی تنقید کرتا ہے اور لبسا اوقات تو دوسرے کے اجتہادات و قیاسات کو باطل تک قرار دینے سے باک محسوس نہیں کرتا۔ چنانچہ یہ امورِ اجتہادیہ اور قیاسیہ اگر شریعت یا شریعت کے احکام ہوں، تو پھر ان سے یہ سلوک کیوں روا رکھا جائے؟

خامساً اس لیے کہ اجتہاد و قیاس، شریعت فہمی کے اسباب و طرق ہیں۔ اور اہلِ اجتہاد و قیاس شریعت فہم لوگ ہیں۔ لیکن اگر اجتہادات و قیاسات کو شریعت یا احکامِ شریعت تسلیم کر لیا جائے تو پھر اجتہاد و قیاس شریعت سازی کے اسباب و طرق اور اہلِ اجتہاد و قیاس شریعت ساز قرار پائیں گے اور اس بات کو کوئی مسلمان بھی ماننے کے لیے تیار نہیں!

سادساً اس لیے کہ اہلِ قیاس و اجتہاد لبسا اوقات ایک فتویٰ صادر فرماتے ہیں پھر اس سے رجوع فرما کر دوسرا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ تو قیاسات و اجتہادات اگر شریعت یا شریعت کے احکام ہوں تو پھر ان سے رجوع کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ —— کیا شریعت یا احکامِ شریعت سے دستبرداری بھی جائز ہے؟ ائمہ مجتہدین کے رجوع کو نسخ قرار دینا صحیح نہیں —— کَمَا لَا یَخْفٰی!

سابعاً اس لیے کہ اجتہادات و قیاسات میں لبسا اوقات تناقض ہوتا ہے۔ ایک مجتہد ایک چیز کو حلال، اور دوسرا اسی چیز کو حرام کہتا ہے۔ وہاں لحاظات و اعتبارات کا فرق بھی مفقود ہوتا ہے۔ چنانچہ اجتہادات و قیاسات اگر شریعت یا احکامِ شریعت ہوتے تو ایسا ہرگز نہ ہوتا! —— واضح رہے، اس تناقض کو بعض آیات اور بعض احادیث کے ظاہری و صوری تعارض پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ آیات، احادیث، شریعت اور شریعت کے احکام میں حقیقتاً تعارض تو ہوتا ہی نہیں۔ جبکہ اہلِ اجتہاد و قیاس کے اقوال میں حقیقتاً تعارض نہ ہونے کا کوئی قائل ہی نہیں۔ اہلِ اعتزال اس کے قائل ہوں تو ہوں۔

رہا لبسا اوقات اہلِ اجتہاد کے اقوال میں توافق، تو اس سے ان کے اقوال کا شریعت ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ توافق شریعت یا شریعت کا حکم بننے کی کوئی علت نہیں، شریعت کا مناط و مدار صرف وحی پر ہے جو اس صورت میں بھی مفقود ہے۔

ثامناً اس لیے کہ اجتہادات وقیاسات بسا اوقات کتاب وسنت کے مخالف و منافی ہوتے ہیں۔ مثلاً بعض مجتہدین کا اجتہاد ہے کہ "ہر نشہ آور چیز حرام نہیں"، ادھر صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "ہر نشہ آور حرام ہے!"—— تو ایسی صورتوں میں شریعت کا غیر شریعت ہونا اور غیر شریعت کا شریعت ہونا لازم آتا ہے۔ جو کسی طرح بھی صحیح نہیں!

اجتہادات وقیاسات، شریعت (کتاب وسنت) کے موافق ہونے کی صورت میں بھی شریعت نہیں۔ شریعت تو وہ ہے جس کے وہ موافق ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا قول شریعت ہے۔ اس لیے آپ نے کسی سے کبھی نہیں سنا ہوگا کہ اللہ کا قول شریعت کے موافق ہے۔ لیکن اجتہادات وقیاسات بھی اگر شریعت ہوتے تو کبھی نہ کہا جاتا کہ فلاں اجتہادی وقیاسی مسائل شریعت کے موافق ہیں۔ معلوم ہوا کہ اجتہادات وقیاسات کا شریعت کے موافق ہونا بھی ان کے شریعت نہ ہونے کی دلیل ہے۔

تاسعاً اس لیے کہ شریعت اور شریعت کے احکام تمام لوگوں کے لیے ہیں، جن میں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) تابعین، تبع تابعین (رحمہم اللہ اجمعین) اور قیامت تک کے سب لوگ شامل ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عالمگیر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا"
(سورۂ اعراف آیت ۱۵۸)

"(اے نبی)، آپ فرما دیجئے، اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر ہوں۔"

نیز فرمایا:

"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا"
(سورۂ سبا آیت ۲۸)

"اور ہم نے تو آپ کو تمام ہی لوگوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ جبکہ

...... مجتہدین کے اجتہادات وقیاسات میں عالمگیری نہیں ہے۔ دیکھئے صاحب فیض الباری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فَالْمَسَائِلُ الْمَبْسُوْطَةُ فِيْ فِقْهِنَا لِمَنْ أَرَادَ اقْتِدَاءَ الْإِمَامِ الْهُمَامِ لَا لِلصَّحَابَةِ الْكِرَامِ۔"

(فیض الباری ص ۱۸۱ ج ۱)

"یہ مسائل، جو ہماری فقہ میں (شرح و) بسط کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، ان کے لیے ہیں جو امام ہمام (ابوحنیفہ رحمہ اللہ) کی اقتداء کا ارادہ رکھتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے لیے نہیں!"

ثابت ہوا کہ اجتہادی وقیاسی مسائل شریعت نہیں۔ ورنہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے بھی ہوتے۔ کیونکہ شریعت اور شریعت کے احکام ان کے لیے بھی ہیں۔ بلکہ شریعت اور شریعت کے احکام کے اول مخاطب تو وہی ہیں۔

صاحب فیض الباری رحمہ اللہ کے اس کلام سے "نچوڑ اور مکھن" والا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ اگر فی الواقع اہل الرائے کے مسائل کتاب وسنت کا نچوڑ اور مکھن ہوتے تو ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ہونے کی نفی نہ کی جاتی۔ کیونکہ کتاب وسنت کا نچوڑ اور مکھن تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بھی ہونا چاہیئے، صرف مسلمانوں کے کسی مخصوص طبقہ کے لیے نہیں۔

یاد رہے کہ یہ دعویٰ (ایسے احکام، جو اُمّت کے مسلّمہ اور مستند فقہاء مجتہدین نے قرآنِ پاک، سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماعِ اُمّت سے قیاس واجتہاد کے ذریعے مستنبط کر کے مدون کئے ہیں، شریعت کے احکام متصور ہوتے ہیں) جن بزرگوں نے کیا ہے، انہوں نے اس میں کسی استثناء اور تخصیص کو ذکر نہیں فرمایا۔ باقی ان مسائل اجتہادیہ وقیاسیہ کو علی الاطلاق شریعت کے احکام متصور کر لینے کے بعد یہ کہنا کہ "مقننہ کوئی ایسا قانون یا قرارداد منظور نہیں کر سکے گی جو شریعت کے احکام کے خلاف ہو" اس دعویٰ مذکورہ میں استثناء وتخصیص نہیں!

پھر تعجب ہے، یہ مدعی حضرات بلا استثناء و امتیاز تمام مسائلِ اجتہادیہ مدوّنہ کو شریعت کے احکام تصور کرتے ہیں۔ خواہ وہ امام جعفرؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے ہوں، خواہ وہ کتاب و سنت کے منافی ہوں، خواہ وہ باہم دگر متناقض ہوں اور خواہ وہ ایسے مسائل ہوں جن سے ائمہ مجتہدین نے رجوع فرما لیا ہو، اگر مدعی بزرگوں نے یہ عموم مراد نہ لیا ہوتا تو وہ اپنے اس دعویٰ میں استثناءات و تخصیصات ضرور ذکر فرما دیتے۔ بالخصوص جب اس دعویٰ کو قانونی حیثیت دلانے پر زور دیا جا رہا ہو تو استثناءات و تخصیصاتِ واجبہ کا ذکر مزید ضروری ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ استثناء و تخصیص کے اس قدر ضروری ہونے کے باوجود دعویٰ میں اسے جگہ نہیں دی گئی، اسی لیے ہم نے بھی اپنی ان گذارشات میں ان کے دعویٰ کے اس عموم کو ملحوظ رکھا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ان اجتہادی و قیاسی مسائلِ مدوّنہ کو شریعت یا احکامِ شریعت تصور کر لینے سے تجدد و الحاد پسند طبقہ کا ناطقہ بند ہو جائے گا۔ حالانکہ ہماری دانست میں ایسا کرنے سے ان کا ناطقہ پہلے سے بھی کہیں زیادہ کھل جائے گا۔ کیونکہ وہ کہنے لگیں گے، یہ کیا بات ہوئی کہ پرانے مجتہدین کے اجتہادی مسائل تو شریعت یا شریعت کے احکام قرار پائیں اور نئے مجتہدین کے اجتہادی مسائل کو شریعت یا شریعت کے احکام نہ سمجھا جائے؟ —— جس کا تسلی بخش جواب اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

اور بفرضِ محال اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ اس طرح متجددین و ملحدین کا ناطقہ فی الواقع بند ہو جاتا ہے، تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ متجددین و ملحدین کا ناطقہ بند کرنے کی خاطر غیر شریعت کو شریعت بنا ڈالا جائے اور "اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" کا ارتکاب بھی کر لیا جائے؟ لہٰذا ملحدین و متجددین کا ناطقہ بند کرنے کے لیے کوئی اور صحیح طریقہ اختیار کرنا ہو گا!

—— اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهٗ، وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ —— آمین!